دعوات عبدیت حق
ارشادات حضرۃ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ
ضبط و ترتیب : ادارۃ الحق

حسنۂ دنیا و آخرت

ایک غیر مطبوعہ خطبۂ جمعۃ المبارک

(خطبۂ مسنونہ کے بعد) ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃً وفی الآخرۃ حسنۃً وقنا عذاب النار۔

محترم بھائیو! اسلام دنیا اور آخرت دونوں کے لئے ایک جامع مذہب ہے، دنیا میں ہم پر اللہ تعالیٰ کی لامتناہی رحمتیں ہیں اور آخرت میں بھی اللہ جل جلالہ کا کرم اور رحمت مسلمانوں اور مومنوں پر ہوگا۔ — یہ دعا ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃً وفی الآخرۃ حسنۃً۔ ہم اور آپ ہر نماز میں قاعدہ آخیرہ میں سلام پھیرنے سے قبل کرتے ہیں کہ اے ہمارے پالنے والے رب آپ کے ہم پر احسانات ہیں، آپ نے ہمیں پیدا کیا ہے، آپ نے روزی دی ہے، آپ نے کپڑا دیا ہے۔ آپ نے جسم اور اعضاء و جوارح دئے ہیں، آپ نے غیر متناہی احسانات ہم پر کئے۔ اور ہماری پرورش بھی اے خدا آپ ہی کرتے ہیں۔

حسنۂ دنیا کی حقیقت | اے خدا ہم آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آتنا فی الدنیا حسنۃً۔ اے خدا دنیا میں بھی ہمیں حسنہ دے اور آخرت میں بھی حسنہ سے نواز، اس کا ترجمہ تو آج کل لوگ بڑی، دولت بڑی دنیا سے کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھئے نا اسلام نے دنیا کی ترغیب دی ہے — تو بھائیو! اس آیت میں پہلے دنیا کا ذکر ہے، اس لئے کہ زندگی کے مراتب میں دنیا کی زندگانی آخرت پر مقدم ہے تو ترتیب ذکری ترتیب وضعی کے تقاضا کے مطابق ہے۔ آج ہم کسی کا تعارف کراتے ہیں تو پہلے دادا کا نام لیتے ہیں، پھر والد کا۔ تو دادا مقدم ہے، پھر باپ پھر پوتا۔ اسی طرح دنیا ہر شخص کے لئے مقدم ہے۔ اور آخرت اس کے بعد۔ اور بھائیو! دنیا ذریعہ ہے کمال کا اگر ایک شخص کامیابی چاہتا ہے، نجاح و فلاح مانگتا ہے، جنّت مانگتا ہے۔ اللہ کی رضا کا طالب ہے، قرب خداوندی چاہتا ہے تو ان سب کی کمائی کا زمانہ بھی یہی دنیا ہے۔ لیکن اس آیت کا یہ ترجمہ ہرگز نہیں کہ اے اللہ مال و دولت بہت دیدے۔ اس لئے کہ ربنا آتنا الدنیا۔ نہیں ہے۔ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃً ہے۔ یہ دنیا کی زندگی آپ نے دی ہے اس میں جو چیز مانگتے ہیں وہ دنیا اور دولت نہیں بلکہ حسنہ مانگتے

ہیں۔ حسنہ عربی میں نیکی کو کہتے ہیں۔ اے خدا دنیا میں نیکی کی توفیق دیدے ہم اور آپ جب ہر نماز کے اختتام میں یہ دعا پڑھتے ہیں تو ہم کو اس وقت یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ اے اللہ ہمیں دنیا میں نیکی کی توفیق دیدے۔ یہ نہیں کہ مال و دولت بلکہ حسنہ کا سوال ہے دنیا کی زندگی ہر ایک کی جو ہے اے اللہ اس میں عبادت بندگی نیکی کی توفیق دیدے۔ سنت کی پیروی کریں، دین کی کچھ خدمت کریں، اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہو جائے، ایسے اعمال وافعال جو اللہ کی رضا اور قرب کا باعث بن جائیں کہ جب اس مسجد سے نماز پڑھ کر باہر نکلیں تو یا اللہ بھلائی کی توفیق نصیب ہو اور میرے ہاتھوں سے کسی پر ظلم نہ ہو، میرے ہاتھ پاؤں زبان کسی کی اذیت کا باعث نہ بنیں ایسا کوئی کام مجھ سے سرزد نہ ہو جو آپ کے حکم کے خلاف ہو۔ یہ سیّئہ ہے — تو اے خدا ہمیں سیئۃ سے حسنۃ اور بدی سے نیکی کیطرف پھیر دے۔ دنیا کی یہ زندگی نیکی میں خرچ کر دے اور آخرت میں اُن نیکیوں کی زندگی کو قبول فرمانے کی مہربانی کر دے۔

بھائیو! ہمارے اپنے قبضہ میں کوئی شے نہیں۔ یہ اپنی جان بھی ہمارے قبضہ میں نہیں میری یہ اپنی روح جسے میں اپنی روح اپنا جسم اپنے ہاتھ پاؤں کہتا ہوں یہ بھی میرے نہیں اللہ کے دیئے ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ کی رضا اور مرضی سے زندگی ہے۔ اور اسی کی مرضی سے موت ہے وہ چاہے تو بیمار کر دے۔ اللہ کی مرضی سے غنا ہے اور فقر ہے وہ چاہتا ہے تو غنی کر دیتا ہے۔ نہیں تو فقیر۔ اگر ہماری مرضی پر ہوتا تو کون فقر چاہتا ہے۔ کون بیماری اور موت پسند کرتا ہے۔ اگر ہم کچھ نیکی اور عبادت کر بھی لیتے ہیں تو اپنے سے کیا دیا، اسی کی دی ہوئی توفیق، اسباب، اور قوت عمل بھی تو اے اللہ اب تو محض اپنے کرم سے ہمارے اس عمل نماز روزہ حج کو قبول فرما دے۔ وفی الآخرۃ حسنۃً وقنا عذاب النار۔

دنیا اور آخرت کی ملازمۃ بھائیو! آخرت اور دنیا کے درمیان بالکل ملازمۃ ہے۔ اور ہم اور آپ سب آخرت کی فکر میں ہوتے ہیں کہ کیسا رہے گا۔ یہ ٹھیک ہے کہ ایمان بین الخوف والرجاء ہونا چاہیئے اور ایک شخص کو ہر وقت خوف میں رہنا چاہیئے۔ کہ انجام کیا ہوگا۔؟

مدار مآل پر ہے حال پر نہیں میں نے پچھلے جمعہ عرض کیا تھا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص مسلمان ہے تو کیا وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میں فلاں کافر سے بہتر ہوں۔ یعنی ایک تو یہ بات کہ مطلق مسلمان مطلق کافر سے بہتر ہے یہ تو ٹھیک بات ہوگی مگر یہ کہ ایک مسلمان کسی کافر کو مشخص کر کے کہے کہ میں اس سے بہتر ہوں تو ایسا کہے یا نہ کہے۔؟ تو حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے فرمایا کہ اس میں شک نہیں کہ اس وقت تم مسلمان اس کافر سے بہتر ہو، حال تو بہتر ہے مگر اعتبار مآل (انجام) اور خاتمے کا ہے کیا معلوم کہ ایک شخص موت سے پہلے عیسائی ہو جائے یا قادیانی یا پرویزی ہو جائے، یہودی ہو جائے یا کوئی اور

بلا ہو جائے تو پھر کیا ہو گا ۔ ؟ کیا کوئی اعتبار اور یقین ہے انما الاعتبار للخواتیم ۔ خاتمہ کے لئے اعتبار ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ فلاں کا فر موت سے قبل مسلمان ہو جائے تو ایک شخص اپنے بارے میں خوش نہی اور غرور میں ہرگز مبتلا نہ ہو اور اس میں ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان میں کبر و غرور نہیں آئے گا ۔ اپنے کو کہتر سمجھے گا تو نیکی اور بھلائی میں اور بھی بڑھنے کی سعی کرے گا ۔ دیکھئے ہر دنیا دار ، دکان دار ، تاجر (الا ماشاء اللہ) دن رات اس کوشش میں ہے کہ اوروں سے بڑھ جاؤں ، کسی کے دس نکلے یا باغات ہیں تو میرے بیس ہو جائیں ۔

دنیا اور دین میں مطمع نظر کیا ہونا چاہیئے اس لئے ہمیں کہا گیا اور علاج کے طور پر یہ کہ دنیا کے معاملات میں حرص اور لالچ بہتر نہیں بلکہ اپنے سے کم شخص سے اپنا موازنہ کرتے رہو اور دین کے معاملہ میں اپنے سے زیادہ صالح اور بہتر سے موازنہ کرو تم کو جو مکئی کی روٹی ملی ہے تو کہتے ہو کہ مجھ پر اللہ کی کونسی نعمت ہے ۔ ؟ اس شخص کو دیکھو جو بیچارہ ایک ہفتہ سے بھوکا ہے ۔ کچھ بھی نہیں کھایا غالباً حافظ شیرازیؒ کے بارہ میں ہے کہ جوتے نہیں تھے جمعہ کی نماز کے لئے ، باہر آنے سے جھجک رہے تھے کہ بغیر جوتوں کے کیسے جاؤں ۔ باہر آئے تو دیکھا کہ ایک فقیر سیڑھیوں پر بیٹھا ہے ، اور دونوں ٹانگیں کٹی ہوئی ہیں ، دیکھ کر تائب اور نادم ہو گئے ۔ کہ یا اللہ میرے جوتے نہیں تو کیا ہوا اسکی تو ٹانگیں ہی نہیں ۔ تو تیرا مجھ پر کرم ہے ۔ تو دنیا کے معاملات میں اپنے سے کمتر لوگوں کو دیکھا کرو ۔ اور موجود نعمتوں کے شکر گذار بن جاؤ اور دین کے معاملات میں اپنے سے کم کو نہیں بلکہ اپنے سے بہتر اور برتر کو دیکھا کرو تم سمجھتے ہو کہ میں عالم ہوں ۔ تو ارے بھائی تم کیا عالم ہو ، صاحب ہدایۃ عالم تھے امام ترمذی عالم تھے امام بخاریؒ عالم کہلانے کے مستحق تھے ، قاضی اور صدرا کے مصنفین عالم تھے پھر سمجھو گے کہ ہم میں تو علم کی بو بھی نہیں علم اور دین میں اعلیٰ معیار کو مطمع نظر رکھو ۔ تب پتہ چلے گا کہ میں تو بالکل خالی ہوں ۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ایمان تب کامل ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید اور مایوس نہ ہوں مگر مطمئن بھی نہ ہو اپنے حال سے بلکہ خوف و رجاء دونوں کی حالت ہونی چاہیئے ، تب ایمان پائدار اور مضبوط ہو گا ۔

مکافات عمل کا قطعی اصول مگر یہ یاد رکھو کہ دنیا اور آخرت کے درمیان ملازمہ ہے ۔ بالکل جیسے کاشتکار گندم بولیتا ہے ۔ تو چند ماہ بعد وہ کھیت سے گندم ہی کاٹ لے گا ۔ اور اگر کسی نے جو بویا ہے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ جو کی بجائے گندم کاٹ لے اگر کانٹے بوتے ہیں تو کانٹے ہی کاٹے گا ۔

از مکافات عمل غافل مشو — گندم از گندم بر آید جو ز جو

دیکھئے عمل کے بدلے کے اصول سے غافل مت بنیں وہی خدا ہے ۔ جو اس دنیا کو چلاتا ہے وہی خدا آخرت کو بھی چلائے گا ۔ تو اگر یہاں نیکی اور حسنۃ میں زندگی گذاری تو وہاں بھی ایسا ہی ہو گا ۔

حسنۃ کا مطلب اس لئے نماز میں دعا کرتے ہیں کہ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ ۔۔۔ الآیۃ نیکی کی توفیق

دنیا میں دیدے نہ یہ کہ بہت مال و دولت ہی اس دعا سے مراد لیا جاتا ہے۔ فی الدنیا ظرف ہے، خدا سے دنیا نہیں بلکہ دنیا میں حسنۃ مانگتے ہیں۔ پھر حسنۃ بھی عجیب لفظ ہے۔ ہر امر شرعی، کہ موافق شرع ہو وہ حسنۃ ہے خواہ وہ دنیا کا کام ہو یا آخرت کا اور ہر امر جو شریعت کے خلاف ہے وہ سیئۃ ہے۔

——— تو بھائیو! اگر ہم نے بویا گناہ کا تخم زندگی ظلم رشوت جوابازی فساد حرام خواری میں گذاری نہ پیغمبرؐ سے تعلق رہا نہ خدا سے نہ خدا کی کتاب سے تعلق رہا بس اپنی جوانی اپنی عزت اور وقار اپنی پشتو اپنی قومیت اور انانیت ہی میں لگے رہے، بھئی عزت بہتر ہے مگر شرع کے مطابق وقار اور پشتو اور غیرت وحمیت بہتر ہے مگر شرع کے مطابق ———۔

ہم تو شرع کے پابند نہیں بلکہ اپنی خواہشات کے پابند ہیں۔ تو بوتے عمر بھر کانٹے ببول اور زعم ہے کہ آنکھیں بند ہوتے ہی سیدھے جنت میں پہنچ جائیں گے۔ تو کیسے جنت جا سکو گے۔؟ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ایک انڈا اندر سے خراب ہے باہر چھلکا بہت صاف اور ستھرا ہے۔ سفید خول ہے جب توڑ دو تو گندہ بدبودار غلیظ پانی اس سے برآمد ہوگا۔ اگر دنیا کی زندگی گندی ہے۔ بددینی اور بدی سے بھری ہوئی ہے تو جب زندگی کا یہ انڈا جو کتنا ہی صاف ستھرا کیوں نہ تھا جب ٹوٹ جائے گا تو وہی خون پیپ بدبو اور غلاظت اس سے برآمد ہوگی۔ سانپ، بچھو نکل آئیں گے۔ کانٹے بوئے تھے کانٹے کاٹو گے۔ لیکن اگر یہاں دنیا کی زندگی قانونِ خداوندی اور شریعت کے مطابق بسر کر دی ہے۔ تو انشاء اللہ ثم انشاء اللہ جب ایمان پہ خاتمہ ہو جائے گا تو وہاں پھول ہی پھول ہوں گے۔ جنت اور باغات ہوں گے۔ اور برا کرو گے تو برا بدلہ پاؤ گے۔ اگر حسنۃ اور بھلائی شیوہ بنا لیا ہے۔ تو خدا کی رحمت اور اجر و ثواب سے پھر مایوس مت ہونا جو تخم کاشت کیا ہے وہی کاٹو گے، اور بڑے بڑے اضافوں کیساتھ۔

دین اور دنیا کا باہمی تعلق بھائیو! اتنا یاد رہے کہ اسلام دنیا خلاف نہیں ایک حدیث میں آتا ہے۔ کہ دنیا کی مثال دریا اور پانی کیطرح ہے۔ پانی نہ ہو تو کشتی اور جہاز کیسے چلے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے بعد اب تک اور موت تک سفر حیات جاری ہے قبر تک موت تک ہر مرد و عورت مسافر ہے۔ تو یہ مسافر یہ سفر پانی پر کرتا ہے جسے دنیا کہا جاتا ہے اور یہ دل ایک کشتی ہے۔

تو بھائیو! اسلام دنیا کا مخالف نہیں مگر وہ دنیا جس سے دین کو مجروح کر دیا زخمی کر دیا دین کو گنوا دیا اور خراب کر دیا اس کی مثال ایسی ہے کہ ہم دریا میں کشتی میں بیٹھے ہوئے جا رہے ہوں اور کشتی کو نیچے سے توڑ دیا اس میں سوراخ کر دیا، پانی اندر آگیا۔ تو ظاہر ہے کہ نتیجہ ڈوبنے ہی کا نکلے گا۔ تو بھائیو! جس نے اس سفر میں دین کی کشتی کو چھلنی کر دیا دنیا کے ذریعہ اور دنیا کو دل کی کشتی میں بھر دیا تو جیسے قوم نوح غرق ہو گئی، عاد و ثمود تباہ ہو گئے اور دنیا

میں بہت سے امراء اور دولتمند دنیا پرست اسی طرح تباہ ہو گئے جس نے دنیا کو دین کے مقابلہ میں زیادہ معزز سمجھ لیا وہ غرق ہو گیا —— ہاں اگر کشتی محفوظ ہے اندر پانی نہیں آرہا پھر حفاظت سے اطمینان سے پانی پر سفر کرتے رہو، کراچی اور جدّہ تک اس پانی کو سفر کا ذریعہ بنا کر۔ دولت ہے مگر دین کو اس سے زخمی نہ کیا دل کی کشتی کو اس سے نہیں چھیدا، دل میں آخرت ہے خوف خدا ہے، اللہ اللہ ہے —— تو بغیر خوف و خطر اور فکر کے سفر حیات جاری رکھو یہی پانی آپ کو منزلِ مقصود تک پہنچانے کا ذریعہ بنے گا۔

پس دنیا ہو یا آخرت، عبادات ہوں یا معاملات مسلمان کے تمام کام دین کے ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ خیال رکھے کہ یا اللہ تو نے تجارت اور سعی رزق کا حکم دیا ہے تو نے کہا کہ دھوکہ اور فریب مت کرو۔ تو نے کہا کہ ضرورت کی اشیاء خلق خدا کے لئے فراہم کر کے خرید و فروخت کیا کرو۔ تو یہ سب ثواب ہوگا ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃً۔ اے اللہ دنیا میں نیکی کی توفیق دے اور آخرت میں ہماری اس نیکی کو قبول کر دے اس پر ثواب اور اجر دے۔ وقنا عذاب النار۔ اور اے اللہ ہمیں عذاب نار سے بچا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔